پیش لفظ

عام روایات میں تعداد ازواج میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے، کسی نے ازواج مطہرات کی تعداد نو بتائی ہے، کسی نے گیارہ، کسی نے تیرہ بتائی ہے ،تو کسی نے پندرہ، ان روایات کے بیان کرنے والے کوئی معمولی لوگ نہیں ہیں بلکہ سب کے سب کسی نہ کسی حیثیت سے کافی وزن واہمیت رکھتے ہیں، ابن سعد، ابن کثیر، ابن اثیر، ابن عساکر، ابن اسحاق، ابن جریر، یعقوبی، امام طبری، امام نوی اور زہری، یہ سب تاریخ وسیرت کے امام سمجھے جاتے ہیں، لیکن ازواج مطہرات کی تعداد کے بارے میں ان سب حضرات کی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیرت ابن ہشام جو عربی زبان میں سیرت نبوی پر مستند اور قدیم ترین تالیف سمجھی جاتی ہے، اس میں ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ لکھی ہے، موجودہ صدی کے سیرت نگاروں میں، مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اپنی تالیف رحمتہ للعالمین میں بھی ازواج مطہرات کے گیارہ نام لکھے ہیں، مولانا شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی کی تالیف سیرت النبی میں بھی ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہی درج ہے، اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ گیارہ کی تعداد پر متفق ہونے والوں کی تعداد زیادہ ہے، ان روایات کی صحت میں شک وشبہ کی گنجائش موجود ہے۔ اور غالباً اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ دو نام عام طور پر چھوڑ دیے جاتے ہیں، ایک ام ابراہیم حضرت ماریہ قطبیہؓ کا اور دوسرا حضرت ریحانہؓ کا۔

بعض تاریخ نویسوں نے انہیں کنیزوں میں شمار کیا ہے، اور بعض نے تو حضرت صفیہؓ اور حضرت جویریہؓ کو بھی اسی فہرست میں رکھا ہے، مگر حقیقت میں یہ سب ازواج مطہرات تھیں، اور امت کی مقدس مائیں، لہذا ازواج مطہرات کی صحیح تعداد تیرہ ہے، دو خاتونوں کے نام اور بھی بہت مشہور ہیں، جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نکاح کا پیام دیا، لیکن وہ منکوحہ بن کر نہ آسکیں، ان میں ایک کا نام اسماء

بنت النعمان الکندیہ اور دوسرا عمرہ بنت یزید الکلابیہ کا ہے، بعض حضرات نے ان کو بھی ازواج مطہرات میں شمار کرلیا ہے۔

آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہماری نئی نسل، ہمارے نوجوان، ازواج مطہرات، امت کی مقدس ماؤں کے صحیح حالات سے آگاہ ہوسکیں، ازواج مطہرات کی زندگی میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات کا صحیح عکس ملتا ہے، جو صحیح معنوں میں ہمارے نوجوانوں، ہماری ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں کی زندگی کو روشنی عطا کرسکتا ہے۔

All rights reserved. ©2002-2006

ہماری مقدس مائیں

(یہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسلمانوں کے لئے ان کی جان سے اولی اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں)

(۱) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

(۳) ام المومنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ

(۴) ام المومنین حضرت حفصہؓ

(۵) ام المومنین حضرت زینب ال المساکینؓ

(۶) ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ

(۷) ام المومنین حضرت زینبؓ

(۸) ام المومنین حضرت جویریہؓ

(۹) ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ

(۱۰) ام المومنین حضرت میمونہؓ

(۱۱) ام المومنین حضرت صفیہؓ

(۱۲) ام المومنین حضرت ماریہ قطبیہؓ

(۱۳) ام المومنین حضرت ریحانہؓ

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ وہ لازم تکریم اور لائق تعظیم خاتون ہیں۔ جن کی زندگی سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور ہدایت کی روشنی میں منور ہوئی۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہی وہ پہلی خاتون ہیں، جنھوں نے اپنا مال ومتاع اس وقت رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا، جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم قحط سالی کی وجہ سے کافی پریشان تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہی تھیں جنھوں نے غار حرا میں روح الامین کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سب سے پہلے مبارک باد پیش کی، اور سب سے پہلے نبوت کی تصدیق وتائید فرمائی۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے والد خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ قصی بن کلاب بن مرہ، قریش کے معزز سردار اور مکہ کے ممتاز ومتمول افراد میں شمار کیے جاتے تھے، جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پر دادا تھے، وہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی جد اعلیٰ تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ۔ عامر بن لوی کے خاندان کی خاتون تھیں، خویلد بن اسد کی وفات کے بعد ان کی تمام دولت ان کی دختر نیک اختر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے حصے میں آئی،

تمام قریش موصوفہ کو بڑے اکرام واحترام کی نظروں سے دیکھتے تھے، دولت وثروت کے علاوہ حسن صورت اور حسن سیرت میں بھی وہ ممتاز درجہ رکھتی تھیں۔ اور زمانہ جاہلیت میں طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ پہلے ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی کے عقد میں آئیں، ان سے دولڑکے پیدا ہوئے، ایک کا نام ہند تھا، اور دوسرے کا حارث، ابو ہالہ کے انتقال کے بعد عتیق بن عایز مخزومی سے نکاح ہوا، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کا نام بھی ہند رکھا۔

ہند جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے صاحب زادے تھے، انھوں نے

آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت پائی۔ اسلام کا ظہور ہوا تو ان کو قبول اسلام کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا تفصیلی حلیہ مبارک ان ہی کی روایت سے منقول ہے، بہت ذہین و دانش مند تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ جنگ جمل میں شرکت کی اور شہید ہوئے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ، عتیق بن عایذ مخزومی کے انتقال کے بعد کچھ ایسی دل برداشتہ ہوئیں کہ دینوی معاملات سے دور رہنے لگیں، ان کا زیادہ وقت اب خانہ کعبہ میں عبادت میں گزرتا، آپ کی زندگی میں تقدس یہیں سے پیدا ہوا، اس دوران مکے کے بڑے بڑے سرداروں نے آپ سے عقد کی خواہش کی مگر آپ نے سب کو رد کر دیا،

آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رسالت سے قبل ہی، امینؔ، راست بازی، حق گوئی، اور نیک خوئی کے اعتبار سے پورے مکہ میں مشہور تھے۔

آنحضرت کی یہ شہرت حضرت خدیجۃ الکبریٰ تک پہنچی، تو انھوں نے کاروباری منتظم اعلیٰ کے طور پر آنحضرت کی خدمات حاصل کیں، اس اہم فریضہ کو آنحضرت نے جس دیانت داری، دانائی، اور خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اس سے حضرت خدیجۃ الکبری اتنی زیادہ متاثر ہوئیں کی خود اپنی ایک سہیلی نفیسہ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کی خواہش کی، آنحضرت نے اس سلسلہ میں اپنے چچا حضرت ابو طالب سے مشورہ فرمایا۔ انھوں نے اس رشتہ پر بڑی مسرت کا اظہار کیا، چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبری نے اپنے چچا عمرو بن اسد، اور تمام قبیلے کو جمع کیا۔ حضرت ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔ حضور اکرم کے دوسرے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے بیس اونٹ مہر میں دیے۔ اور حضرت خدیجہ حضور کی زوجیت میں آگئیں۔

حضور اکرم سے نکاح کے وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر چالیس سال اور

آنحضرت کی عمر پچیس سال تھی ،حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو اپنے شریک حیات سے بے حد محبت تھی ،اور یہی عالم دوسری جانب بھی تھا ،حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے رسول اکرم کے ساتھ زندگی کے سفر میں پچیس سال گزارے ۔حضور اکرم نے آپ کی حیات طیبہ میں دوسری شادی نہیں کی ،پینسٹھ سال کی عمر میں ،ہجرت سے تین سال قبل رمضان المبارک کے مہینے میں انتقال کیا۔اور جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کی گئیں ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات کا غیر معمولی صدمہ ہوا۔اور آنحضرت تمام عمر آپ کو یاد فرماتے رہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بہن ہالہ تھیں ۔ان کی آواز حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے بہت ملتی تھی ۔آنحضرت جب بھی ہالہ کی آواز کہیں سنتے بے قرار ہو جاتے ۔اور ہمیشہ حضرت خدیجۃ الکبری کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔جب بھی کوئی جانور ذبح کرتے تو اس کا گوشت حضرت خدیجۃ الکبری کی سہیلیوں کو ضرور بھجواتے ،

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے چھ اولادیں پیدا ہوئیں ،دو صاحب زادے قاسم اور طیب جو صغر سنی میں انتقال کر گئے ،اور چار صاحب زادیاں ،حضرت زینبؓ ، حضرت رقیہؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت ام کلثومؓ ۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو ان سب کی پرورش اور تربیت میں بڑا انہاک تھا۔رسول اکرم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ۔

خدیجہ گھر کی مالک اور بچوں کی ماں تھیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ،سب سے بہترین اس امت کی عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبری ہیں۔اور گزشتہ امت میں مریم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبری سے خود بھی فرمایا تھا ،کہ خدیجہؓ ،اللہ تعالیٰ تم کو بشارت بھیجتا ہے ،کہ جنت میں تمہارے لئے ایک بہترین محل تیار ہے۔

آنحضرت نے ایک بار حضرت عائشہؓ سے حضرت خدیجۃ الکبری کے متعلق فرمایا تھا، کہ

خدیجہؓ کی محبت میرے دل میں رچی ہوئی ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبری کے آنحضرت رسول مقبول کے ساتھ دو اہم رشتے تھے، ایک ازدواجی رشتہ، اور ایک امتی اور نبی کا رشتہ، ان دونوں اہم ترین رشتوں کے حقوق وآداب میں توازن قائم کرنے میں حضرت خدیجۃ الکبری نے حیرت انگیز کردار پیش کیا، اور مرتے دم تک شکایت کا کوئی موقع نہ آنے دیا۔

حضرت خدیجۃ الکبری کی زندگی کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے، کہ آپ شروع ہی سے رسالت کی مزاج داں تھیں، شاید یہی وجہ تھی کہ جب آنحضرت پہلے پہل وحی الٰہی سے دوچار ہوکر غار حرا سے گھر واپس آئے، اور ساری کیفیت بیان کی، تو حضرت خدیجۃ الکبری کو کوئی تعجب یا شک وشبہ نہیں ہوا، پھر جب ورقہ بن نوفل نے اپنے مطالعہ کی بنا پر اس کی تصدیق کی تو ان کا ایمان بغیر کسی تحریک کے پختہ ہوگیا۔

اس طرح حضرت خدیجۃ الکبری کو نہ صرف یہ شرف حاصل ہے، کہ وہ پہلی مسلم خاتون ہیں، بلکہ یہ فضیلت بھی کہ انہوں نے ازخود ایمان قبول کیا۔

جب سارا مکہ آنحضرت کو جھٹلا رہا تھا، جب اپنے اور پرائے سب حضور کو مجنون کہہ رہے تھے، تو ایک بی بی حضرت خدیجۃ الکبری ہی تھیں جو پیغمبر اسلام کے دل کی ڈھارس بنی ہوئی تھیں۔ اور ان کے نور ایمان کی تصدیق کررہی تھیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبری نے اول دن ہی آنحضرت کی ذات گرامی میں وہ سب کچھ دیکھ لیا تھا، جس کے بعد مزید کچھ دیکھنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔ ہاں معرفت کے درجے بلند سے بلند تر ہوتے رہے۔ اور پھر وہ منزل بھی آگئی، کہ خدیجہ نے آنحضرت کی رفاقت میں اپنی زندگی کو ایمان کا مجسمہ بنالیا، اور اپنی تمام دولت حضور کے قدموں میں ڈھیر کردی، تاکہ اسلام پر خرچ ہو۔ اس طرح

آپ کی ساری دولت اسلام اور مسلمانوں پر خرچ ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ حضورؐ آخری سانس تک خدیجہ کو نہ بھول سکے

مبارک ہیں ہماری وہ خواتین جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے نقش قدم پر چل سکیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک بڑے باپ کی بیٹی اور ایک بڑے شوہر کی بیوی تھیں، اس کے ساتھ ساتھ آپ نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، احادیث، اور تعلیمات کی نشر و اشاعت میں حصہ لے کر خود بھی بہت بڑی خاتون ہونے کا ثبوت دیا، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ذہانت صداقت اور صورت و سیرت ہر اعتبار سے اس لائق تھیں کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیوی بنتیں، اور صدیقہ کے لقب سے ان کو یاد کیا جاتا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق کی دختر نیک اختر تھیں، ان کی والدہ کا نام زینب اور کنیت ام رمان تھی، اس طرح باپ کی طرف سے قریش اور ماں کی طرف سے کنانی تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق تمام عرب میں خواب کی صحیح تعبیر دینے میں بھی بہت مشہور تھے، آپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جب خواب دیکھا کہ۔۔

تین چاند آسمان سے ٹوٹ کر ان کی آغوش میں آ گرے تو آپ اس سے بہت متاثر اور مسرور ہوئے۔

آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال کے بعد کافی عرصہ تک مغموم رہے، خولہ بنت حکیم جو مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بیوی تھیں، انھوں نے آنحضرت کو اس عالم میں دیکھ کر عقد ثانی کی تحریک کی۔

حضور اکرم نے فرمایا،،

کہاں

خولہ نے کہا

آپ کے لیے کنواری بھی موجود ہے اور بیوہ بھی۔

حضور اکرم نے دریافت فرمایا

کنواری کون ہے اور بیوہ کون؟

خولہ بولیں:

کنواری تو اس شخص کی دختر ہے، جو خود آپ کے لئے اس وقت اللہ کی مخلوق سے زیادہ پیارا ہے، یعنی عائشہ اور بیوہ وہ ہے جو آپ کی رسالت اور نبوت کو تسلیم کر کے ایمان لا چکی ہے۔ اور اس کا نام سودا بنت زمعہ ہے:

حضور اکرم نے فرمایا:

دونوں سے کہو

خولہ خود حضرت ابوبکر صدیق کے گھر پہنچیں اور ام رمان سے اظہار مدعا کیا، انھوں نے اپنے شوہر سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے بخوشی یہ رشتہ قبول کر لیا۔ اور سن ۱۰ نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آ گئیں۔

عقد کے وقت، حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر کے بارے بھی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن اب تحقیق سے یہ بات واضع ہو گئی ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بڑی بہن کی عمر ۲۷ سال تھی، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ وہ اپنی بہن اسماءؓ سے دس سال چھوٹی ہیں، اس طرح ہجرت کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر ۱۷ سال تھی اور سن ۱۰ نبوی میں نکاح کے وقت کم از کم ۱۳ سال ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عقد کے بعد آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ میں قیام تین سال تک رہا۔ سن ۱۳ نبوی میں حضور اکرم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے، اور مدینہ آنے کے ایک سال بعد، ماہ شوال میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رسم عروسی ادا کی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول اکرم کے ساتھ نو سال تک ازدواجی زندگی بسر

کی۔

رسول اکرم کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بہت محبت تھی، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی رسول اکرم پر جان چھڑکتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی فصاحت وبلاغت ضرب المثل تھی، رسول اکرمؐ نے زندگی کے آخری ایام حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں بسر کیے۔ اور وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں ہی دفن کیے گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ ہمیشہ موٹے اور کم قیمت کپڑے پہنتی تھیں، البتہ ان کپڑوں کو ارغوانی یا زعفرانی رنگ میں رنگ لیتی تھیں۔ ہاتھوں کی انگلیوں میں سونے اور چاندی کی انگھوٹھیاں بھی پہن لیتی تھیں۔ باریک کپڑوں سے ان کو نفرت تھی، آپ کی بھتیجی حفصہؓ ایک بار آپ کے پاس باریک اوڑھنی سر پر ڈال کر آئیں، جس میں سے نظر گذر جاتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ناراض ہو کر وہ اوڑھنی حفصہؓ کے سر سے کھینچ لی، اپنے پاس سے ایک موٹی اوڑھنی لا کر ان کو اوڑھا دی، اور فرمایا:،

اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں بڑی تاکید فرمائی ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو چھپائے رکھیں۔۔

مدینہ منورہ میں ایک نابینا جن کا نام اسحاق تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں مسائل دریافت کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ان سے پردہ فرماتی تھیں۔ اسحاق نابینا نے ایک دن کہا۔

میں تو اندھا ہوں، آپ مجھ سے پردہ کیوں کرتی ہیں۔

جواب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا، میں تو اندھی نہیں ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی فضیلتیں بہت ہیں۔ آپؓ کے بارے میں خود آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔۔

جس طرح تمام کھانوں میں بہتر ثرید ہے۔اس طرح عورتوں میں بہتر عائشہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ،آنخضرت رسول اکرمصلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انتقال کے بعد تقریباً ۴۸ سال تک زندہ رہیں،سہ شنبہ کی شب عشا کے وقت ۱۷ رمضان المبارک سن ۵۸ ہجری میں انتقال فرمایا۔وصیت کے مطابق جنت البقیع میں شب کے وقت دفن کی گئیں،حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی جو مروان بن حکم کی جانب سے مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔

آنخضرت کی پاک بیبیوں میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا درجہ بہت بلند ہے،نہ صرف اس لئے کہ رسول مقبول انھیں بہت عزیز رکھتے تھے،بلکہ اس لئے بھی کہ آپ نے اپنی ذات سے خواتین اسلام کے لئے ایک نظیر پیش کی۔

آپ کی ذات گرامی خوبیوں کا مجموعہ تھیں،سب سے بڑی خوبی زہد و قناعت تھی،ساری زندگی افلاس میں گزاری،مگر کبھی ایک حرف شکایت زبان پر نہ آیا،کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس کپڑوں کا صرف ایک جوڑا تھا،اسی کو دھو دھو کر پہنتی رہتی تھیں۔

کردار کا سب سے روشن پہلو ان کی سخاوت تھی،نہایت دریا دل اور سیر چشم واقع ہوئی تھیں۔

آنخضرت کے ارشادات کا اس قدر لحاظ رکھتیں،کہ ساری زندگی اپنی کسی بات میں ان کے خلاف نہیں کیا۔آپ نے آنخضرت کو بہت قریب سے دیکھا تھا،اس لئے آنخضرت کے بارے میں آپ کی ہر بات بڑا وزن رکھتی تھی۔اور جو روایات آپ سے مروی ہیں،ان کی بڑی اہمیت ہے۔

ام المومنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ

ام المومنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ کو یوں بھی قابل احترام تصور کیا جاتا ہے کہ وہ ابتدائے نبوت ہی میں اپنے پہلے شوہر سکران بن عمرو کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں، سکران بن عمرو نے کچھ عرصہ بعد انتقال کیا، ان میں سے ایک فرزند عبدالرحمن تھے، جنھوں نے ۱۶ ہجری میں جنگ جلولا میں شہادت پائی۔

یہ رشتہ بھی خولہ بنت حکم کے توسط سے ہوا، اور آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے خولہ، حضرت سودا کے والد کے پاس پہنچیں، جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا، پھر پیام دیا، جس کو انھوں نے بخوشی قبول کرلیا۔ پھر آنحضرت رسول اکرمؐ خود تشریف لے گئے، حضرت سوداؓ کے والد نے نکاح پڑھایا۔ حضرت سودا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح آگے پیچھے ہوا تھا۔ یہ بھی سن دس نبوی کا واقعہ ہے۔

حضرت سوداؓ بہت تندرست اور توانا تھیں، اخلاق و عادات کے اعتبار سے بھی بہت بلند تھیں

بہت فیاض بہت مخیّر۔ ایک بار حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کے پاس ایک تھیلی بھیجی، حضرت سودا نے دریافت فرمایا:۔

اس میں کیا ہے؟

جواب ملا، درہم،

حضرت سوداؓ بولیں

کھجوروں کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں، اچھا ان کو کھجوروں ہی کی طرح سب میں تقسیم کردو۔

اور یہ درہم اسی وقت سب کو تقسیم کردیے گئے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے بعد ازواج مطہرات سے فرمایا:۔۔

یہ حج حجتہ الاسلام تھا، اب فرض پورا ہوگیا ہے، تم لوگ آج سے گھر میں رہنا اور باہر نہ نکلنا۔

آنحضرت کے وصال کے بعد تمام ازواج مطہرات حج کے لئے جایا کرتی تھیں، مگر حضرت سودا نہیں جاتی تھیں، آپ فرماتی تھیں:۔۔

میں آنحضرت کے بعد سواری پر سوار نہیں ہوسکتی، کیونکہ آنحضرت نے منع فرمایا ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور وصیتوں کا کس قدر پاس رہتا تھا۔

حضرت سوداؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا جو مطلب سمجھا، اس پر آخر عمر تک عمل فرماتی رہیں۔

حضرت سوداؓ سے پانچ حدیثیں مروی ہیں، آپ کے سن وفات میں بڑا اختلاف ہے۔لیکن اکثر راوی ۱۹ھ ہجری پر متفق ہیں، مدفن مدینہ منورہ میں ہے۔

ام المومنین حضرت حفصہ

ام المومنین حضرت حفصہؓ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی صاحب زادی تھیں، والدہ، حضرت زینب بنت مظعونؓ تھیں، بعثت نبوی سے پانچ سال قبل، خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت آپؓ کی ولادت ہوئی، پہلے خنیس بن خذافہ سے نکاح ہوا، خنیس غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی،

حضرت حفصہ کی عین جوانی کے عالم میں اچانک بیوگی پر حضرت عمر فاروق کافی مغموم وملول تھے۔

آنحضرت رسول مقبول نے نہ صرف حضرت عمر فاروقؓ کے غم کو محسوس کیا، بلکہ اس کا مداوا فرمانے کی سعی فرمائی، اور وہ اس طرح کہ خود حضرت حفصہ سے عقد کی خواہش کی، حضرت عمر فاروق کے لئے مژدہ تھا، ام المومنین حضرت حفصہؓ ماہ شعبان ۳ہجری کو آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آ گئیں۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ بہت پڑھی لکھی خاتون تھیں، اور فن کتابت میں بھی ماہر تھیں۔ یہ فن انہوں نے باقاعدہ عرب کی مشہور خطاط خاتون شفاء بنت عبداللہ بن عبدشمس سے سیکھا تھا، اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ قدیم عرب میں مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی علم وفن سے گہرا لگاؤ تھا۔

ابوداؤد سے روایت ہے کہ آنحضرت رسول اکرن نے اپنی حیات مبارکہ میں ہیام المومنین حضرت حفصہؓ کو اس قرآن مجید کا امین بنایا تھا، جس کا نام آنحضرت رسول مقبول نے امام رکھا تھا، اور اس کو ام بھی کہا جاتا ہے، اس مجموعہ کو آنحجرت قیام مکہ کے دوران خود اپنے پاس رکھتے تھے، لیکن ہجرت کی ابتدائی زمانہ ہی میں آنحضرت نے مدینہ میں مسجد نبوی کے ایک ستون کے پاس ایک صندوق میں رکھوا دیا تھا۔ تا کہ حفاظ اور دوسرے قاری اس کو دیکھ کر اپنے شک وشبہات رفع کر لیں، اور نقل کرنے والے نقل کر سکیں۔ اسی لئے مسجد نبوی کے اس ستون کا نام ہی

اسطوانۃ المصحف پڑ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی یہ مصحف امام حضرت حفصہ کی زندگی تک ان ہی کے پاس رہا،

حدیث میں ہے کہ ایک بار حضرت جبرائیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حفصہ کے بارے میں عرض کیا تھا، کہ وہ صوامہ اور قوامہ ہیں، بہت روزہ رکھنے اور بکثرت نماز پڑھنے والی۔

حضرت حفصہ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ آپ نے ۴۵ ہجری میں وفات پائی۔

مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی، اور آپ کے بھائیوں نے قبر میں اتارا۔

ام المومنین حضرت زینبؓ ام المساکین

ام المومنین حضرت زینبؓ ام المساکین بڑی فیاض اور بہت غریب پرور خاتون تھیں، اسی وجہ سے ام المساکین کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں، پہلے عبداللہ بن جحش کے عقد میں آئیں۔ عبداللہ بن جحش، غزوہ احد۲ میں شہید ہو گئے، اور آپ بے سہارا ہو گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عقد فرما لیا، لیکن حضرت زینبؓ اس عقد کے بعد صرف تین ماہ زندہ رہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد دوسری بیوی یہی تھیں، جنھوں نے وفات پائی، ام المومنین حضرت زینبؓ کی نماز جنازہ خود رسول اکرم نے پڑھائی۔ آپؓ جنت البقیع میں دفن ہوئیں، انتقال کے وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا تھا:۔

تم سب میں جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے، وہی مجھے سب سے پہلے آ کر ملے گی۔

یہ سن کر اشتیاق کے عالم میں ازواج مطہرات نے بانس کی پچھی لے کر اپنے اپنے ہاتھ ناپنا شروع کیے، تاکہ اندازہ ہو کہ ہم میں سے کس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں، اس نپائی میں بھی حضرت زینب کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے نکلے، مگر آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ وخیرات کے کاموں میں زیادہ حصہ لینا ہے، کیونکہ حضرت زینبؓ خود محنت فرماتی تھیں، اور اس کی آمدنی سے خیرات کرتی تھیں۔

حضرت زینبؓ کی وفات پر حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا،، زینب پسندیدہ اخلاق کی مالک تھیں، لوگوں کو فائدے پہنچاتی تھیں۔

تیموں اور بیواؤں کی خدمت کرتی تھیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمیؓ

ام المومنین حضرت ام سلمیؓ کا نام ہند تھا، ام سلمیٰ کنیت تھی، والد کا نام سہیل اور والدہ کا نام عاتکہ تھا، پہلے عبداللہ بن عبدالاسد کے عقد میں آئیں۔ عبداللہؓ بن عبدالاسد جو زیادہ تر ابو سلمیٰ کے نام سے مشہور رہیں، وہ ام سلمیٰ کے چچا کے بیٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے، ام سلمہؓ اور ابو سلمہؓ ایک ساتھ ایمان لائے۔ ام سلمہ پہلی خاتون ہیں جو ہجرت کر کے مدینے آئیں ابو سلمہؓ غزوہ احد میں شہید ہوئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی، اور نو تکبیریں کہیں۔ لوگوں نے نماز کے بعد پوچھا

یا رسول اللہ آپ کو سہو تو نہیں ہوا،

حضور اکرم نے فرمایا

ابو سلمہ ہزار تکبیروں کے مستحق تھے۔

ابو سلمہ سے ایک فرزند سلمہ تھے، اور ابو سلمہؓ کی شہادت کے وقت ام سلمہؓ حاملہ تھیں، وضع حمل کے بعد جب عدت کے چار ماہ اور اٹھ دن گزر گئے تو ۴ ھ میں ام سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آ گئیں، اس وقت ام سلمہؓ کی عمر ۲۶ سال تھی،

حضرت عائشہ صدیقہ کے بعد فضل و کمال میں ام المومنین حضرت ام سلمیؓ کا درجہ بہت بلند ہے، اس بات پر سب متفق ہیں کہ ازواج مطہرات میں سب کے بعد ام المومنین حضرت ام سلمیؓ نے وفات پائی، وفات کے وقت ام المومنین حضرت ام سلمیؓ کی عمر تقریباً اسی (۸۰) سال تھی، اور

آنحضرت کی مدت رفاقت تقریباً ۷ سال ہے۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت سلمیؓ انصاری فرماتے ہیں:۔۔

ایک دن میں حضرت ام سلمیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں، میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

خواب میں دیکھا ہے۔ آنحضرت کا سر مبارک اور ریش مبارک گرد آلود تھا، اور آپ رو رہے تھے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ حسینؓ قتل کر دیے گئے۔

حضرت ام سلمہؓ سے تین سو ستر احادیث مروی ہیں۔

ام المومنین حضرت زینبؓ

ام المومنین حضرت زینبؓ، آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں، ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب تھا، صورت و سیرت میں بھی ممتاز تھیں، ۵ ہجری میں رسول اکرم کے عقد میں آئیں، اس، وقت حضرت زینبؓ کی عمر ۳۵ سال تھی، بہت قانع اور فیاض ہونے کے علاوہ زہد و تقوی میں اپنی مثال آپ تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ کے متعلق رسول اکرم نے ایک بار استفسار فرمایا تو ام المومنین حضرت زینبؓ نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔

مجھے عائشہ کی اچھائیوں کے علاوہ کسی بات کا علم نہیں۔

ام المومنین حضرت زینبؓ عبادت میں بہت خشوع و خضوع کے ساتھ مشغول رہتیں، خود اپنے دست و بازو سے معاش پیدا کرتی تھیں، اور اس کو اللہ تعالی کی راہ میں لٹا دیتیں،

۲۰ہجری میں انتقال کیا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر پچاس سال تھی، حضرت عمر فاروق نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور نماز کے لئے اس طرح اعلان کیا گیا،،

لوگو اپنی ماں کی نماز کے لئے جمع ہو جاؤ۔

ام المومنین حضرت جویریہؓ

ام المومنین حضرت جویریہؓ حارث بن ابی ضرار کی دختر تھیں، جو قبیلہ بنی مصطلق کے سردار تھے۔ حضرت جویریہؓ پہلے مسافع بن صفوان کے عقد میں آئیں۔ جو غزوہ مریسیع میں قتل ہوئے۔ اس غزوہ میں کثرت سے قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تھے، ان ہی قیدیوں میں حضرت جویریہؓ بھی تھیں، جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت جویریہؓ ثابت بن قیس شماس کے حصہ میں آئیں۔

اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اگر آقا راضی ہو تو قیدی مطلوبہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر سکتا ہے، اس طریقہ کو فقہا کی اصطلاح میں مکاتبت کہتے ہیں، اسی اصول کے تحت حضرت جویریہؓ مکاتبہ بن گئیں۔

حضرت جویریہؓ کو اپنی آزادی کے عوض ۱۹ اوقیہ سونا ادا کرنا تھا۔ حضرت جویریہؓ آنحضرت رسول اکرم کی خدمت اقدس میں پہنچیں اور کہا

میں مسلمان کلمہ گو عورت ہوں اور قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں۔ ۱۹ اوقیہ سونے کا سوال کرنے آئی ہوں۔ میرا یہ سوال پورا کر کے مجھے آزادی دلا دیجیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا:

"جویریہ کیا تم کو اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں"

حضرت جویریہ بولیں

وہ کیا ہے، فرمائیے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اگر تم پسند کرو تو میں خود یہ رقم ادا کر دیتا ہوں، اور تم سے عقد کر لیتا ہوں،

حضرت جویریہؓ اس بات پر بخوشی راضی ہو گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو بلوایا۔ ان کو رقم ادا کی، اور حضرت جویریہ کو آزادی دلا کر ان

سے عقد فرمالیا۔ یہ شعبان ۵ ہجری کا واقعہ ہے، اس رشتہ کا چرچا پھیلا تو لوگوں نے قبیلہ بنی مصلق کے تمام قیدیوں کو اس وجہ سے آزاد کر دیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ سے رشتہ قائم فرمالیا ہے۔ اصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدد شادیوں کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مختلف قبائل سے رشتہ اخوت قائم ہو جائے، اور اس طرح واقعی ہی اسلام کے فروغ میں بڑی مدد ملی، اور مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔

حضرت جویریہ کی سن وفات میں تاریخ و سیر کی کتابوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، کسی میں سن وفات ۵۰ ہجری درج ہے، اور کسی میں ربیع الاول ۵۶ ہجری درج ہے، مروان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپؓ کی روایات کی ہوئی حدیث کی تعداد سات ہے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کا نام رملہ تھا، ام حبیبہ کنیت تھی، آپ ابوسفیان کی بیٹی اور امیر معاویہ کی بہن تھیں۔ بعثت نبوی سے سترہ سال قبل مکہ معظمہ میں ولادت ہوئی۔ پہلے عبید اللہ بن جحش کے عقد میں آئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ بعد کو عبید اللہ بن جحش اسلام سے بھٹک کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے۔ تو اختلاف مذہب کی بنا پر ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی،

اس افسوس ناک واقعہ کا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے عمرو بن امیہا لضمری کو شاہ حبشہ نجاشی کے پاس پیغام دے کر بھیجا۔ کیونکہ حضرت ام حبیبہ ان دنوں حبشہ ہی میں مقیم تھیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کی دختر حبیبہؓ جن کی کنیت سے یہ مشہور ہیں۔ وہ بھی حبشہ ہی میں پیدا ہوئیں تھیں، عمرو بن امیہ الضمری جب شاہ حبشہ نجاشی کے پاس پہنچے تو نجاشی نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کو خوش آمدید کہا اور اپنی لونڈی ابرہہ کے توسط سے حضرت ام حبیبہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔

حضرت ام حبیبہؓ نے خوشی سے اس مقدس سہارے اور اس پیام کو قبول کر لیا، اور اس خوشی میں انعام کے طور پر ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں دیں، اور اپنی طرف سے خالد بن سعید اموی کو وکیل نکاح مقرر کیا۔

شاہ نجاشی نے جعفر بن ابی طالب اور حبشہ کے چند ممتاز مسلمانوں کو جمع کر کے خود نکاح پڑھایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر کے طور پر دیے۔ نکاح کے بعد لوگوں نے اٹھنا چاہا تو شاہ نجاشی نے کہا۔

دعوت ولیمہ تمام پیغمبروں کی سنت ہے۔

چنانچہ شاہی باورچی خانہ سے کھانا آیا، اور تمام لوگوں نے کھانا کھایا، رسومات کی

ادائیگی کے بعد شاہ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ کو شرجیل بن حسنہ کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں روانہ کیا، یہ سن سات ہجری کا واقعہ ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ نے تقریباً چھ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاری۔ ایک بار آپؐ کے والد ابوسفیان صلح کی گفتگو کے لئے مدینہ منورہ آئے، انھوں نے اپنی بیٹی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ کیونکہ دونوں کو ملے کافی عرصہ ہوگیا تھا۔ حضرت ام حبیبہ ملنے پر آمادہ ہوگئیں۔ لیکن آپ کے حجرے میں آکر جب ابوسفیان آنحضرت کے فرش پر بیٹھنے لگے۔ تو بیٹی نے دوڑ کر وہ فرش کھینچ لیا۔ اور باپ سے برملا، بے تکلف اور صاف صاف کہہ دیا۔

میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرش پر ایک کافر کو چاہے وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو، نہیں بیٹھنے دوں گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۱ ہجری میں وفات پائی، اور حضرت ام حبیبہ نے ۷۲ سال کی عمر میں ۴۴ ھ میں وفات پائی۔ مدینہ میں دفن ہوئیں۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہؓ کو بلا کر فرمایا:۔

ایک شوہر کی بیویوں میں باہم ہر طرح کی بات چیت ہوتی ہے، مجھے معاف فرما دیجیے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے جواب میں فرمایا:۔

اللہ ہمیں اور تمہیں معاف کرے، ہم نے آپ کو معاف کیا۔۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے یہ سن کر فرمایا:۔۔

آپ نے میرا جی خوش کر دیا، اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ

ام المومنین حضرت میمونہؓ کے والد کا نام حارث اور والدہ کا نام ہند تھا۔ پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفی کے عقد میں آئیں، ان سے نباہ نہ ہو سکا تو طلاق لے لی، اور ابو رہم بن عبدالعزیٰ سے نکاح کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد ابو رہم انتقال کر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہؓ کے عقد کی تحریک کی اور ذیقعدہ ۷ہجری میں خود رسول اکرم کا نکاح حضرت میمونہؓ سے پڑھایا۔

نکاح کے وقت حضرت میمونہ کی عمر ۳۶ سال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۹ سال تھی۔

حضرت میمونہ اور ان کے نکاح کے بارے میں مختلف روایتیں مشہور ہیں۔ لیکن اب تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ تمام روایتیں صحیح نہیں ہیں۔ وہ ام المومنین تھیں، حضرت میمونہ سے روایت کی ہوئی احادیث ۷۶ ہیں۔

حضرت میمونہؓ کا عقد مکہ مکرمہ کے قریب مقام سرف میں ہوا تھا، اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۵۱ہجری میں آپ کا انتقال بھی سرف میں ہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور قبر میں اتارا۔

ام المومنین حضرت صفیہؓ

ام المومنین حضرت صفیہؓ کا اصلی نام زینبؓ تھا، ان کے والد کا نام حیّ بن اخطب اور والدہ کا نام ضرہ تھا۔ حضرت صفیہؓ کو والدین کی جانب سے بھی سیادت حاصل تھی، والد قبیلہ بن نضیر کے سردار تھے، اور والدہ بنو قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھی۔ حضرت صفیہؓ سب سے پہلے مشکم القرضی کے عقد میں آئیں۔ ابن مشکم سے نباہ نہ ہو سکا تو طلاق حاصل کر لی، اس کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ کنانہ غزوہ خیبر میں حضرت صفیہؓ کے والد اور بھائی کے ساتھ قتل ہوئے۔ اور خود حضرت صفیہ گرفتار ہوئیں۔ جب غزوہ خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے، اور مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو وحیہ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قیدی کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیہ کلبی کو انتخاب کرنے کی اجازت دے دی۔ وحیہ کلبی نے حضرت صفیہ کو منتخب کیا۔ مگر ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

یا رسول اللہ آپؐ نے رئیسہ بنو نضیر و قریظہ کو وحیہ کلبیؓ کو دے دیا۔ یہ حضرت صفیہ کے ساتھ بے انصافی ہوگی۔

آپ پسند فرمائیں تو قبیلہ بنو نضیر و بنو قریظہ کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کے لئے ایک ذریعہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ کردی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیہ کلبی اور حضرت صفیہ کو طلب فرما کر ان کا ایما معلوم کیا، تو وحیہ کلبیؓ نے بخوشی حضرت صفیہ سے دست بردار ہو کر دوسری قیدی عورت لے لی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت صفیہؓ سے فرمایا۔۔

اب خود تمہیں اختیار ہے، کہو تو آزاد کر کے تمہارے قبیلے میں بھیج دیا جائے، اور چاہو تو اسلام لے آؤ۔

حضرت صفیہؓ نے جواب میں فرمایا:۔۔

حضور میں آپ کی دعوت اسلام سے پہلے ہی آپ کی نبوت کی تصدیق کر چکی ہوں، اور اب مسلمان کہلانے کی آرزو مند ہوں۔ بخدا مجھے آزادی اور اپنے قبیلہ میں واپس جانے کے مقابلے میں خدا اور اس کے رسول بہت عزیز ہیں،

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے جمادی الاخر میں ۷ ہجری میں ان سے خود عقد فرمالیا، خیبر سے روانہ ہو کر مقام صہبا میں رسم عروسی ہوئی۔ وہاں جو کچھ سامان لوگوں کے پاس تھا، اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ ہوئی، صہبا سے روانگی ہوئی تو آنخضرتؐ نے حضرت صفیہ کو خود اپنے اونٹ پر سوار کرلیا۔ اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ وہ اب ازواج مطہرات میں شامل ہوگئی ہیں۔

حضرت صفیہؓ نے تقریباً چار سال آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں گزارے۔ اور جب آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض وصال میں مبتلا ہوئے تو حضرت صفیہؓ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔

یا رسول اللہ !۔ خدا کی قسم، میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کی تکلیف اور علالت مجھے لاحق ہو جائے۔

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔

صفیہؓ جو کچھ کہہ رہی ہیں، یہی ان کے دل میں ہے۔

حضرت صفیہؓ کا انتقال رمضان المبارک ۵۰ ہجری میں ہوا، جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ سے ۶۷ احادیث مروی ہیں۔

ام المومنین حضرت ماریہ قطبیہؓ

ام المومنین حضرت ماریہ قطبی مصر کی رہنے والی تھیں۔ مصر کے حکمران مقوقس نے ان کے ذریعے اس قدیم رشتے کو تازہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ جو حضرت ابراہیم علیہ سلام اور حضرت ہاجرہ (قطبیہ) کی شادی سے قائم ہوا تھا۔ حضرت صفیہؓ یہودی گھرانے کی تھیں، اور حضرت ماریہ قطبیہؓ مسیحی گھرانے کی ہیں، لیکن رومن کیتھولک نہیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن بلتعہ کو دعوت اسلام کا پیام دے کر عزیز مصر کے پاس مقوقس روانہ کیا۔ ان ہی کی تعلیم پر مصر میں ہی حضرت ماریہ قطبیہؓ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

عزیز مصر مقوقس نے قافلہ ماریہ کو بڑے اہتمام اور عظیم الشان تحائف کے ساتھ رخصت کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص ایلچی حضرت حاطب بن بلتعہ کو سو دینار اور پانچ قیمتی جوڑے دیے۔

مصر سے ان کے علاوہ حضرت ماریہؓ قطبیہ بنت شمعون کے علاوہ ان کی چھوٹی بہن شیریں آئیں، قیصرا اور بریرہ، دو کالی لڑکیاں آئیں، مابور نامی ایک کالا غلام آیا۔ اور جانوروں میں ایک گھوڑا آیا اور ایک سرخ خچر آیا۔ ایک سرخ گدھا آیا۔ ایک خوب صورت صندوق آیا، جس میں سرمہ سلائی، کنگھا، آئینہ، خوشبو دار تیل کی شیشی، اور قینچی تھی۔ ایک مٹکا مصر کے بنہا کا مشہور اور لذیذ شہد تھا۔ عود، مشک، اور عطریات کے علاوہ قیمتی ریشمی کپڑا اور زرو جواہر بھی اس ساز و سامان میں شامل تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اس قافلہ کا استقبال کیا۔ اور حضرت ماریہ قطبیہ کو حضرت ام سلیم بنت ملحان کے گھر میں اتارا۔ جو حضرت انس کی والدہ تھیں۔

کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے نجد کی جانب ایک سرسبز

وشاداب علاقہ میں جس کو عوالی کہتے ہیں، حضرت ماریہ قطبیہ کی مستقل رہائش کا انتظام فرمادیا۔ یہ جگہ آج بھی مشربہ ام ابراہیم کے نام سے موجود ہے۔ اور یہاں ایک مسجد ماریہ بھی ہے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ماریہ قطبیہ نے نمازیں پڑھیں۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:۔

حضرت ماریہؓ قطبیہ مصر کی رئیس زادی تھیں۔ رسول اکرم کی کوئی اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت ماریہؓ قطبیہ کے علاوہ اور کسی بیوی سے نہیں ہوئی۔ حضرت ماریہ قطبیہؓ سے ایک صاحب زادے، حضرت ابراہیم ہجرت کے آٹھویں سال ذی الحجہ میں پیدا ہوئے۔ لیکن تقریباً اٹھارہ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ماریہ قطبیہؓ بہت حسین وجمیل تھیں، بہت خوش اخلاق اور بڑی دیندار خاتون تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو ان کے خوب صورت بال اور جعد مشکیں بے حد پسند تھے، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں

ماریہ، ہماری سوکن تھیں، رسول اکرم ان کے یہاں صبح شام تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت ماریہ قطبیہؓ کی چھوٹی بہن شیریں جو مصر سے ان کے ہمراہ آئی تھیں، وہ بھی حسن وجمال اور ذہانت وفطانت میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ماریہ قطبیہؓ کے مشورہ پر دربار رسالت کے جلیل القدر شاعر حضرت حسان بن ثابت کے عقد میں آ گئیں۔

اس طرح حضرت حسان بن ثابت جن کے اشعار کو خود سرکار نبوت سے سند حاصل تھی، اب ان کو آنحضرت کے ہم زلف ہونے کی بھی سعادت نصیب ہو گئی۔ حضرت حسان بن ثابت شان رسالت مآب میں فرماتے ہیں،

اللہ نے ان کا نام ان کے اعزاز کے لئے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ وہ

صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بارے میں منافقین اور مستشرقین نے بہت سی روایتیں مشہور کر دی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ سب روایتیں غلط ہیں۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ کا نام کسی طرح ازواج مطہرات کی فہرست سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ ام المومنین ہیں۔ اور امت کی مقدس ماں ہیں۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ کا انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چار یا پانچ سال بعد حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ہوا۔ مدفن مدینہ منورہ میں ہے۔

ام المومنین حضرت ریحانہؓ

ام المومنین حضرت ریحانہؓ مدینہ منورہ کے مشہور وممتاز یہودی قبیلہ بنونضیر سے تعلق رکھتی تھیں، ان کی پہلی شادی بنوقریظہ میں ہوئی تھی۔ اس لئے کبھی ان کی نسبت بنوقریظہ سے بھی کی جاتی ہے۔ ان کے شوہر کا نام حکم تھا۔ بنونظیر اور بنوقریظہ مدینہ میں یہودیوں کے بڑے اور با اثر قبیلے تھے۔ حضرت ریحانہؓ کے والد کا نام زید بن عمرو بن ضافہ تھا۔

بنونظیر کی شدید غداری، مکروفریب اور بے وفائی کے نتیجے میں غزوہ خندق جس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں، عمل میں آیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس غزوہ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی، اور دشمنان اسلام کو شکست فاش ہوئی۔ اس غزوہ سے کامیاب واپسی کے بعد مسلمانوں نے ہتھیار کھولے ہی تھے۔ اور آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ احکام خداوندی کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشی کو حکم فرمایا کہ وہ اعلان کر دیں کہ تمام مسلمان جو مطیع فرمانبردار ہوں، منافق نہ ہوں، وہ عصر کی نماز مدینہ منورہ میں نہیں بلکہ بنوقریظہ کے ان قلعوں کے سامنے پڑھیں گے، جو مدینہ منورہ کے اطراف میں ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس اعلان کے ساتھ ہتھیار بند ہو کر اپنے مشہور ومبارک گھوڑے لحیف پر سوار ہو کر تقریباً تین ہزار نفوس کے ساتھ بنو قریظہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

بنوقریظہ نے غزوہ احزاب میں بنونظیر کی امداد واعانت کر کے مسلمانوں سے عہد شکنی کی تھی، اس لئے اس عہد شکنی کی سزا ان کو ملنا ضروری تھی،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، مقدمۃ الجیش کے سردار تھے۔ مسلمانوں نے بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ تو پہلے بنوقریظہ نے ان کو گالیاں دیں، پھر پتھروں اور تیروں کی بارش کی۔ لیکن مسلمانوں کے پائے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔ پھر بنو

قریظہ نے پرانی چال چلی۔ مکروفریب اور دھوکے سے مسلمانوں کو اپنے سر سے ٹالنا چاہا۔ مگر اب مسلمان ان کی چالوں میں آنے والے نہیں تھے۔ اس طرح پندرہ دن کبھی جنگ وجدل اور کبھی صلح کی باتیں ہوتی رہیں۔

بنو قریظہ کے ساتھ بنو نظیر کی بھی کافی تعداد ان کے ساتھ موجود تھی، اور ان دونوں قبائل نے مسلمانوں کو اس محاذ پر ہی شکست دینے کے لئے تمام جتن کر لیے۔ لیکن آخر میں یہاں بھی فتح مسلمانوں کو ہوئی۔ بنو قریظہ نے مجبور ہو کر شکست تسلیم کر لی، اور ہتھیار ڈال دیے۔

پھر گرفتاریاں ہوئیں تو قیدیوں میں حضرت ریحانہ بھی گرفتار ہو کر آئیں۔

حضرت ریحانہؓ کی گرفتاری کے بعد جو واقعات پیش آئے، اور جس طرح حضرت ریحانہ مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں، اور ام المومنین کہلائیں، اس سلسلہ میں خود حضرت ریحانہ کا بیان موجود ہے۔ جس کے مقابلے میں کوئی روایت کوئی وزن نہیں رکھتی۔ ام المومنین حضرت ریحانہؓ فرماتی ہیں۔

جب بنو قریظہ کی عورتوں اور مردوں کو گرفتار کر کے آنحضرت کے سامنے پیش کیا گیا، تو میں بھی ان میں شامل تھی، قاعدہ کے مطابق آنحضرت کو اختیار تھا، کہ قیدیوں میں سے جس کو آپ کسی مصلحت یا ضرورت سے چاہیں اپنے لیے منتخب فرما سکتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا:۔

ریحانہ کو ان قیدیوں سے علیحدہ کر لیا جائے، لہذا مجھ کو ان قیدیوں سے الگ کر کے، ام منذر، سلمیٰؓ بنت قیس کے مکان میں رکھا گیا۔ اور کچھ دنوں بعد جب ام منذر سلمیٰؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بارے میں اطلاع دی، کہ پہلے شوہر سے حمل کے خدشہ کے ایام گزر چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پاس بلوا کر فرمایا۔

ریحانہ، اگر تم اللہ اوراس کے رسول کو پسند کرو۔تو اللہ کا رسول تم کو اپنی ذات کے لئے پسند کرسکتا ہے۔

میں نے جواب میں عرض کیا۔

میں اللہ اوراس کے رسول کو منتخب کرتی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھ کو آزاد کردیا۔اوراس کے بعد مجھ سے عقد فرمالیا۔اورحسب دستور جیسا کہ دوسری تمام ازواج کو بارہ اوقیہ اورایک نش سونا مہر میں دیا کرتے تھے، آنحضرت نے مجھے بھی اتنا مہر ادا فرمایا۔یہ واقعہ محرم ۶ ہجری کا ہے۔

حضرت ریحانہ مزید فرماتی ہیں:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح دوسری ازدواج کے لئے باریاں مقرر فرماتے تھے، اسی طرح میری باری بھی مقرر تھی:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ریحانہؓ سے عقد کرنے کے بعد ان کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔کیونکہ قرآن مجید کی سورہ احزاب میں اللہ تعالی نے ازواج مطہرات کے لئے سختی سے پردے کا حکم دے رکھا ہے۔

حضرت ریحانہؓ نے پانچ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفیقہ حیات کی حیثیت سے گزارے، ۱۰ ہجری کے آخر یا ۱۱ ہجری کے اوائل میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع سے فارغ ہو کر واپس مدینہ تشریف لائے تو حضرت ریحانہ کا انتقال ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی، اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اور حضرت زینب ام المساکین کے بعد یہ تیسری رفیقہ حیات ہیں، جن کا انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوا۔

---------------ختم شد---------